eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

ڈاکٹر شاہدہ رسول
صدر نشین شعبہ اردو، دی ویمن یونیورسٹی ملتان
جویریہ ظفر
ایم فل اردو (ریسرچ سکالر)، دی ویمن یونیورسٹی ملتان

Dr.Shahida Rasool
Head of Urdu Department, The Women University Multan.
Jawaria Zafar
M.Phil. Urdu Scholar, The Women University Multan.

اقبال کے مثالی معاشرے کا تصور نفسیات

Psychological Concept of Iqbal’s Ideal Society

Abstract

Iqbal’s thoughts paved the way for progressive society in the Indo-Pak subcontinent. We would not be wrong in saying that it was actually the essence of Iqbal’s work which was evident in the voice of the progressive writers which they rose for the change, equality and literature for all. There is no doubt that they have been anti against some of Iqbal’s thought process but it is also true that Iqbal’s work was not only a speculation but an epitome of change which many scholars themselves followed. Iqbal was in favour of such a society where all the humanity could collaborate and progress together where he did not want such society for the Muslim world only but for the whole world. It is this philosophical landmark of his which makes him a leading international poet. His concept of an ideal society on the basis of human psychology is based from the knowledge of Quran and Hadith. It is due to this reason that his teachings are misinterpreted before the third world as being controversial to demoralise them and hence affecting their courage and confidence while on the other hand the developing world follows the same ideology for their existence and perseverance. Along with Iqbal’s work on the progressive society, in this article it would also be inspected that how much these rules and regulations of Iqbal are introduced for such societies implementable. Is Iqbal’s vision fictitious marvel or in accordance with the ground realities? We will also throw light on the facts that If Iqbal’s knowledge, rules and regulations introduced by him can bring actual happiness to a person or all his work has only been for the sole purpose of getting fame.

Keywords: Allama Iqbal, Ideology, Philosophy, Psychology, Progressive Movement.

کلیدی الفاظ: علامہ اقبال، نظریہ، فلسفہ، نفسیات، ترقی پسند تحریک۔

علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کا وہ معتبر نام ہے جس نے اپنی فکری اور تخلیقی زندگی کا آغاز اردو ادب کی کلاسیکی روایت کی پیروی میں کیا مگر بیسویں صدی کے مخصوص حالات نے اقبال کے فکر و خیال میں جو تبدیلی پیدا کی اس کے نتیجے میں انہوں نے حکیم الامت، شاعرِ مشرق، مفکرِ پاکستان اور مفکرِ اسلام جیسے القابات پائے۔ علامہ محمد اقبال نے اپنے مطالعہ اور مشاہدات کے ذریعے ایسی بصیرت حاصل کی جس کا پر تو وہ قومی سطح پر ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ مشرقی اور مغربی لٹریچر کے امتزاجی مطالعے کی وجہ سے ان کا فکر و فلسفہ کئی افکار و تصورات کا حامل ہے۔ ان کی شاعری کا بنیادی مرکز و محور تو فلسفہ خودی ہے مگر اسلامی تہذیب و تمدن کی اثر پذیری کے نتیجے میں وہ ایک مثالی معاشرے کا تصور بھی پیش کرتے ہیں کیونکہ ادیب یا بڑا تخلیق کار دو دنیاؤں کا مسافر ہوتا ہے ایک وہ جو اس کے گرد و پیش میں آباد ہے اور ایک وہ مثالی دنیا جو اس کی چشمِ بصیرت دیکھتی ہے اور وہ پورے معاشرے کو اسی مثالی دنیا میں آباد دیکھنا چاہتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

محرومِ تماشا کو پھر دیدہ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے (۱)

اقبال کے تصورِ مثالی معاشرہ کی صراحت یا وضاحت سے قبل اس نظریے (فریم ورک) کی وضاحت ضروری ہے جس میں اس تصور کا مطالعہ کیا جائے گا۔ نفسیات وہ علم ہے جس پر انسان کی اساس ہے حیوانات، نباتات وغیرہ بعض جبلی خواہشات میں انسانی نفسیات سے مماثلت ضرور رکھتے ہیں مگر انا، خودداری، احساس سود و زیاں، خود مختاری، خواہش، عزتِ نفس، انسانی نفسیات کے اہم زاویے ہیں ہمارا ادب ان تمام زاویوں اور جبلتوں کی لطافت اور نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھ کر تخلیق کیا گیا اس لئے جب بھی بڑے شاعر کی تخلیقات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو نفسیاتی دبستان دو زاویوں سے ان تخلیقات کو پرکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔

الف۔ ادیب یا شاعر کی تحلیل نفسی جس میں اس امر کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ ان تخلیقات میں تخلیق کاروں کی ذاتی کامیابی اور ناکامی کو کس حد تک دخل ہے مثلاً اقبال نے اپنی شاعری میں دل بینا کی ترکیب استعمال کی تو نفسیات نے ان کی ذاتی تحلیل نفسی سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اقبال چونکہ ایک آنکھ سے محروم تھے اس لئے وہ جگہ جگہ یہ ترکیب استعمال کرتے ہیں اور دل کے نور کو آنکھ کے نور پر فوقیت دینا ان کی نفسیاتی مجبوری ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (۲)

ب۔ دوسرا زاویہ یہ ہے کہ شاعر یا تخلیق کار پوری انسانی نفسیات سے کس حد تک واقفیت رکھتا ہے مثلاً اگر وہ اپنی شاعری کے ذریعے انسانیت کو کسی مثالی رویے کے اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے اس کا پیغام محض لفظی بازی گری ہے یا انسانی نفسیات میں اس پیغام کے اخذ و قبول کے لئے گنجائش موجود ہے اسی تناظر میں اقبال کے تصورِ مثالی معاشرہ کا جائزہ لیا جائے گا۔

علامہ اقبال کی تعلیمات کا بنیادی ماخذ قرآن اور حدیث ہے زندہ کتاب و سنت کا آفاقی نظریہ اور پیغام قیامت تک انسانی معاشروں کے لئے مشعل راہ ہے اس لئے اقبال کا تصور مثالی معاشرہ انسانی نفسیات کے مطابق ہونا چاہیئے لیکن اس سلسلے میں بحث و نقد کی ضرورت ہے تو اس لیے کہ اقبال کا فکر و فلسفہ محض اسلامی تعلیمات سے عبارت نہیں بلکہ انہوں نے مغربی لٹریچر کا مطالعہ بھی کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ناقدین اور شارحین اقبال کے نظریات کو ہدف تنقید بناتے ہیں اس مقالے میں اقبال کے مثالی معاشرے کے تصور

کا جائزہ ہی مقصود نہیں بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ اس معاشرے کے قیام کے امکانات کس حد تک موجود ہیں اور اقبال نے اپنے پیغام کو کس حد تک اپنے بنیادی مآخذ سے وابستہ رکھا۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اقبال کے مغربی مطالعات ان کے فکر و فلسفہ پر حاوی رہے یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ شارحینِ اقبال کی ایک بڑی تعداد اقبال کو مغربی اقدار کا مخالف گردانتی ہے کیونکہ خود علامہ اقبال کہتے ہیں:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف (۳)

اقبال کا یہ شعر صاف اور صریح اشارہ ہے کہ وہ کس معاشرے کو مثالی معاشرہ گردانتے ہیں جس زمانے میں انہوں نے ایک بہترین معاشرے کے قیام کے لئے چند اخلاقی اقدار کی ترویج کی وہ مسلمانانِ برصغیر کے زوال و انحطاط کا دور تھا لیکن چونکہ ان کے پیغام میں عمومیت کا رنگ ہے اس لیے وہ محض مسلمانوں کے لئے ایک مثالی معاشرے کے قیام کے خواہاں نہیں بلکہ مشرق و مغرب کے دونوں جہانوں میں ارتقائی صورتوں کے آرزومند ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں:

> "مغرب کے خلاف اقبال نے اس قدر تکرار کے ساتھ لکھا ہے کہ پڑھنے والا اس مغالطے میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ اقبال بڑا مشرق پرست جامد ملا اور رجعت پسند ہے حقیقت یہ ہے کہ اقبال نہ مشرق پرست ہے اور نہ مغرب پرست اور نہ وہ عقل کا ایسا مخالف ہے کہ اسے دین و دنیا کیلئے بے کار سمجھے وہ اہل مشرق کے جمود، ان کی پستی اور دین نمابے دینی سے کچھ کم بیزار نہیں اقبال اس سے بخوبی واقف ہے کہ گزشتہ تین صدیوں میں جن کے متعلق وہ کہتا ہے کہ:
>
> تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
>
> جب مشرق جلد اور غافل اور خفتہ رہا مغرب میں طرح طرح کی حرکت پیدا ہوئی اور اس کی حرکت میں کچھ نہ کچھ برکت بھی تھی۔ نشاۃ الثانیہ سے لے کر۔۔۔ جن کی بدولت مغرب زندگی کے اسلوب بدلتا گیا۔ اور فکر و عمل کی آزادی کی طرف قدم بڑھاتا گیا۔ لوتھر کی تحریک سے لے کر جس نے کلیسا پر ضرب لگائی۔ انقلاب فرانس سے گزرتا ہوا مسولینی تک کی حرکت کا ذکر کرتا ہے۔" (۴)

ان تصریحات کے بعد اقبال کے مثالی معاشرے کی تفہیم نہ صرف آسان ہو جاتی ہے، بلکہ یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ اقبال کسی خلائی معاشرے کا تصور پیش نہیں کرتا اور نہ ہی وہ مثالی معاشرہ جس کی تشکیل پر وہ اپنا سارا زور قلم صرف کرتا ہے محض اس کے احاطہ خیال میں ہے۔ حضورؐ اور ان کے صحابہ کرام کے ذریعے اقبال نے جس معاشرے کی تصویر دیکھی اس کی بازیافت کا مطالبہ وہ امت مسلمہ سے بالخصوص اور انسانیت سے بالعموم کرتا ہے اس کے لئے وہ سب سے پہلے فرد کی کردار سازی اور تشکیل کا خواہاں ہے کیونکہ ایک فرد جب اپنی انفرادیت یا خودی کو پہچان لیتا ہے اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو زمانے پر آشکار کرتا ہے تو اس کے اردگرد موجود وہ ذہین افراد اس سے متاثر ہوتے ہیں جو اسی کی طرح ذہنی استعداد رکھتے ہیں اور اس طرح فرد کی خودی کی بیداری ایک جماعت اور پھر معاشرے میں متشکل ہوتی ہے اقبال کا تصور حیات دراصل اسلامی روایات پر مبنی ہے جن میں انفرادی اور اجتماعی زندگی ے مختلف پہلوؤں کو نہایت خوبی سے سمویا گیا اور ان کے ظاہری تضاد کو رفع کر دیا گیا ہے انسانی تمدن کو ہمیشہ سے یہ ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ رہا ہے کہ فرد اور جماعت کے تعلق کی نوعیت کیا ہو؟ آیا فرد جماعت میں اپنی انفرادیت ضم کر دے یا اپنا علیحدہ وجود قائم

رکھے؟ کیا فرد اور جماعت کے اغراض و مقاصد میں دائمی تضاد ہے جس کو دور کرنا ممکن نہیں؟ اقبال کے انسانی فطرت کے اس راز کو اپنے صحیح وجدان سے پالیا کہ وہی تمدن فطرت کے موافق ہو گا جس میں انفرادی خودی کو اپنی نگہبانی اور پرورش کا موقع حاصل ہو اور اس کے ساتھ ساتھ انجمن آرائی کا سلسلہ بھی جاری رہے (۵) اقبال کا یہی فلسفہ ان کے تمام فلسفیانہ افکار کی اساس ہے اس سلسلے میں بھی نفسیات یہ دعوی کرسکتی ہے کہ اقبال نے اس فلسفے پر اپنے افکار و تصورات کی بنا اس لئے استوار کی کہ مسلمان من حیث القوم خودی یا خودداری کے جذبے سے عاری تھے یہ توجیح اگر درست تسلیم کرلی جائے تو اس حقیقت کو جھٹلانا بھی ممکن نہیں کہ انسان نفسیاتی طور پر پسپا ہونے کے بعد ہی خوئے غلامی میں مبتلا ہوتا ہے اور اگر اقبال کی انفرادی خودی سے جماعت کی تربیت کے فلسفے پر غور کیا جائے تو جہاں فرد کی خودی جماعت اور معاشرے میں انقلاب برپا کرتی ہے وہاں خودی کی خواب آوری امتوں کے زوال و انحطاط کا سبب بن جاتی ہے اس لئے اقبال کہتے ہیں:

سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے (۶)

اس خودی کے لیے اقبال نے "EGO" کی اصطلاح استعمال کی ہے جسے فرائیڈ سے لے کر اب تک کے بڑے نفسیات دان انسانی انفرادیت سے تعبیر کرتے چلے آئے ہیں لیکن اقبال اس انفرادیت کو اجتماعی معاشرے کی صورت گری کے لیے استعمال کرنے کے خواہاں ہیں وہ ولولہ، امنگ، جرات اور اعتماد کی بیداری کی ترغیب دیتے ہیں مگر ان تمام اوصاف کی بیداری کے لیے وہ تقاضا کرتے ہیں، کہ افراد معاشرہ اپنے قلوب کو عشق کی سچی لگن کے تابع کرلیں۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان لکھتے ہیں:

> "اقبال کا عشق کا تصور ہمارے دوسرے شاعروں کے نام نہاد رسمی عشق سے بالکل مختلف ہے اس کے ہاں وہ زندگی کا ایک زبردست محرک عمل ہے اقبال عشق سے فطرت کی تسخیر کا کام لیتا ہے۔ اور اس کے ذریعے اپنے دل کو کائنات سے متحد بھی کرتا ہے۔ اسی بدولت انسان کی نظر اتنی بلند ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی ہمت مردانہ کے سامنے جبریل کو صید زبوں سمجھنے لگتا ہے اور اپنے وجدان کی کمند سے ذات یزداں پر قابو پانے کے منصوبے سوچتا ہے۔" (۷)

شاعر مشرق نے مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے جو زبردست اساس فراہم کی اس پر سوالیہ نشان کیوں لگے ان کے افکار کو الحاد سے تعبیر کرنے کے اسباب کیا تھے؟ یہی سوالات در حقیقت اقبال کے فکر و فلسفہ میں امکانات کی تلاش اور جستجو پر مائل کرتے ہیں موجودہ دور میں ہمارا معاشرتی نظام جن خرابیوں سے دوچار ہے وہ ابتر سیاسی نظام، مطلق العنانیت، پست معیار تعلیم اور مقاصد آفرینی کے جذبے کا فقدان ہے۔ اقبال عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبوت کے خاتمے کا بنیادی مقصد در حقیقت نظام ملوکیت کا خاتمہ ہے لیکن اقبال کے بعض شارحین کو اس پر اعتراض ہے حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ ملوکیت کسی بھی معاشرے میں زوال و انحطاط کا سبب ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر صاحب نے جو سیاسی نظام قائم کیا ہے اس کا پہلا اصول موضوعہ یہ ہے کہ زمین کسی شخص، کسی خاندان اور کسی قوم کی ملک نہیں ہے بلکہ دنیا میں جو کچھ ہے سب خدا کا ہے لیکن آج تک دنیا نے ملوکیت کے ذریعے خدا کی زمین پر قبضہ غاصبانہ کرکے اس کو اپنی موروثی جائیداد بنالیا تھا اس لیے ڈاکٹر صاحب ملوکیت کے سخت مخالف ہیں۔" (۸)

اقبال نے مثالی معاشرے کے لئے پوری امت مسلمہ کو ایک وحدت کی لڑی میں پرونے کا جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر نظام ملوکیت فراہم نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ مثالی معاشرے کے قیام کے لئے نہ صرف اس نظام سے کھلا اعلان بغاوات کرتے ہیں بلکہ جمہوریت کے پردے میں پلنے والی ملوکیت کو بھی ہدف تنقید بناتے ہیں وہ انسانی فطرت کے نباض تھے اس لئے سمجھتے تھے کہ انسان کبھی مستقل جبر اور قدر میں قید نہیں رہ سکتا اس کی خودی بیدار ہوتی ہے ہر زمانے میں فرعونیت کا مقابلہ کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی موسیٰ موجود ہوتا ہے۔

خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری (۹)

لیکن وہ مطلق العنان بادشاہوں کی حیلہ گری سے بھی صرف نظر نہیں کرتے اور نظامِ جمہوریت میں ملوکیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے ابلیس کی زبانی کہتے ہیں۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر
ہم نے خودی شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر (۱۰)

یہ حیلہ گری مکر و فریب اقبال کے تصور ملت کے منافی ہے وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک ملت قرار دیتے ہیں تو ان کے بعض شارحین معترض ہوتے ہیں کہ قومیت اور وطنیت کا علم بردار شخص یہ تصور کیونکر پیش کر رہا ہے۔ علامہ اقبال کے تصورِ ملت کے حوالے سے مولانا عبد السلام ندویؒ رقم طراز ہیں:

> "ڈاکٹر صاحب مذہبی و ملی اتحاد کی بنا پر اختلافات کو دور کرنا چاہتے ہیں جن کو قومیت کے محدود نظریہ نے پیدا کر دیا ہے اس لئے وہ تمام ملتوں کو مٹا کر ایک عالم گیر ملت پیدا نہیں کر تا چاہتے، بلکہ مختلف قومیتوں کو مٹا کر اقلیت کا ایک ایسا روحانی نظریہ قائم کرتے ہیں جو کافر کا آزر کے ساتھ اور مسلمان کو ابراہیم کے ساتھ قریب تر کر دیتا ہے اس لئے ملتیں تو باقی رہ جاتی ہے لیکن وطنیت کے محدود قومی نظریہ نے ان ملتوں کو مختلف قوموں میں تقسیم کر کے جو اختلافات پیدا کر دیتے ہیں وہ دور ہو جاتے ہیں اور ملکی اور نسلی رشک و رقابت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔" (۱۱)

ان سیاسی افکار و تصورات کے علاوہ علامہ اقبال سرمایہ داری نظام کے سخت مخالف تھے یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ اقبال کی اشتراکیت سے وابستگی مغربی نظام اشتراکیت کی دین ہے؟ یہ درست ہے کہ اقبال کارل مارکس کے فلسفہ سوشلزم یا اشتراکیت سے بے حد متاثر تھے اور ابلیس کے مجلس شوریٰ میں اسے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

روح سلطانی رہے باقی تو پھر کیا اضطراب
ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب
وہ کلیمِ بے تجلی ، وہ مسیحِ بے صلیب!
نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب ! (۱۲)

اس جرمن مفکر سے علامہ اقبال کی اثر پذیری کا سبب یہ ہے کہ اس کے اشتراکی نظریات اسلامی تعلیمات سے قریب تر تھے۔ اس کے باوجود اقبال کی بصیرت افروز شخصیت نے مارکسی نظریات اور اسلام کا تقابلی مطالعہ کیا۔ اس سلسلے میں مولانا عبد السلام ندوی لکھتے ہیں:

> ”اقبال نے مذہب وتہذیب کے تمام مسائل کو اپنا موضوع سخن بنایا تو یہ لازم تھا کہ اشتراکیت کے فطری اور عملی پہلوؤں پر غور کر کے اپنے نتائج فکری سے ملت کو آگاہ کرلے۔ سب سے پہلے پیام مشرق میں اس کے متعلق رائے زنی شروع کی اقبال طبعاً انقلاب پسند تھا اس لئے یہ ضروری تھا کہاس نقلاب عظیم کو اچھی طرح پرکھنے لئے اوراس کے تعمیری اور تخریبی پہلواوراس کے ایجابی وسلبی حیثیتوں کا موازنہ اور مقابلہ کر لے۔“(۱۳)

اس موازنے اور مقابلے کے بعد یہ کہنا کہ اقبال کو موجودہ دور کے اشتراکیوں سے کلی طور اتفاق ہے۔ فلسفہ اقبال سے نا انصافی کے مترادف ہو گا مگر جہاں تک وہ محنت کشوں کے استحصال اور سرمایہ داروں کی حیلہ سازیوں پر احتجاج کرسکتے تھے انہوں نے کیا۔ وہ کہتے ہیں:

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوٰۃ (۱۴)

وہ سرمایہ داری کو ابلیس کا پیدا کردہ جنون کہتے ہیں اور مثالی معاشرے کے قیام کے لئے اس نظام کا خاتمہ چاہتے ہیں کیونکہ طبقاتی کشمکش کا نتیجہ جہاں اور بہت سی خرابیوں کو جنم دیتا ہے وہاں نظام تعلیم بھی اس سے شدید متاثر ہوتا ہے ہم عصرِ حاضر میں مادی اور روحانی سطح پر جس زوال و انحطاط کا شکار ہیں اس کا بنیادی سبب ہمارا ناقص معیار تعلیم ہے اقبال نے آج سے کئی برس پہلے اس زوال و انحطاط کو بھانپ لیا تھا اس لئے وہ بار بار ایسے نظام تعلیم کو رائج کرنے کی تلقین کرتے تھے جو افرادِ ملت کی خودی کو بیدار کرسکیں مولانا عبد السلام ندوی لکھتے ہیں:

> ”یہی خودی ہے جس کی تعلیم اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نہیں دی جاتی بلکہ ان میں ایسی غلامانہ تعلیم دی جاتی ہے جس سے خودی کے تمام احوال و مقامات پوشیدہ رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ خودی کی تربیت صرف مذہبی اور اخلاقی تعلیم پر موقوف ہے جس سے موجودہ نظام تعلیم بالکل خالی ہے اور صرف خالی ہی نہیں بلکہ مذہب واخلاق کی بیخ کنی کر رہا ہے۔“ (۱۵)

اقبال مثالی معاشرے کے قیام کے لئے نوجوانوں کو شاہین صفت دیکھنا چاہتے ہیں اور اس وصف کو نوجوانوں کے اندر دیکھنے کی خواہش مثالی نہیں بلکہ وہ ان اوصاف سے متصف افراد کی مثالیں تاریخی اوراق سے تلاش کر کے ایک بہترین معاشرے کے قیام کی ضرورت پر زور دیتے ہیں اقبال کا یہی شاہین مردِ حق، مردِ قلندر اور مردِ مومن بن کر ان کے فکر وخیال کی جولانیوں سے نکلتا ہے تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ اقبال نے رسول عربیؐ کی قائم کردہ معاشرت اور تمدن کو معیار بنایا ہے اس لیے انسانی نفسیات اس معاشرت اور تمدن کے قیام کا نہ صرف تقاضا کرتی ہے بلکہ برابری اور اخوت کے اصولوں پر بہترین معاشرے کے قیام کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

*****

حوالہ جات

1. محمد اقبال: "کلیات اقبال (اردو)" اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۵، ص ۶۰۲
2. ایضاً، ص ۳۷۵
3. ایضاً، ص ۳۷۳
4. ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم: "فکرِ اقبال" لاہور: سیونتھ سکائی پبلیکیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۱۲۷، ۱۲۶
5. ڈاکٹر یوسف حسین خان: "روح اقبال" لاہور: مکتبہ تعمیرِ انسانیت، ۲۰۱۰، ص ۱۲۸
6. کلیات اقبال (اردو)، مرتبہ: احمد رضا، ص ۳۷۳
7. ڈاکٹر یوسف حسین خان: "روح اقبال" ص ۵۰۔
8. عبدالسلام ندوی: "اقبال کامل" لاہور: لاہور بک سٹی، ۲۰۱۷، ص ۳۴۱
9. محمد اقبال: "کلیات اقبال (اردو)"، ص ۲۷۳
10. ایضاً، ص ۴۰۷
11. عبدالسلام ندوی: "اقبال کامل"، ص ۳۲۸
12. محمد اقبال: "کلیات اقبال (اردو)"، ص ۵۰۷
13. عبدالسلام ندوی: "اقبال کامل"، ص ۱۴۳
14. محمد اقبال: "کلیات اقبال (اردو)"، ص ۲۹۱
15. عبدالسلام ندوی: "اقبال کامل"، ص ۳۴۰، ۳۳۹

References

1. Iqbal: *Kuliyat-e-Iqbal (Urdu)*. Islamabad: National Book Foundation. 2005. PP 602.
2. Ibid. PP 375
3. Ibid. PP 373
4. Abdulhakeem, Dr., Khalifa. *Fikr-e-Iqbal*. Lahore: 7th Sky Publications. 2015. PP 126,127.
5. Yousuf Hussain Khan, Dr. *Rooh-e-Iqbal*. Lahore:Maktaba Tameere Insaniyat. 2010. PP 128.
6. Iqbal: *Kuliyat-e-Iqbal(Urdu)*. PP 373.
7. Yousuf Hussain Khan, Dr. *Rooh-e-Iqbal*. PP 50.
8. Nadvi, Abdussalam. *Iqbal-e-Kamil*. Lahore: Lahore Book City. 2017. PP 341
9. Iqbal: *Kuliyat-e-Iqbal(Urdu)*. PP 273
10. Ibid. PP 704.
11. Nadvi, Abdussalam. *Iqbal-e-Kamil*. PP 328.
12. Iqbal: *Kuliyat-e-Iqbal(Urdu)*. PP 705.
13. Nadvi, Abdussalam. *Iqbal-e-Kamil*. PP 143.
14. Iqbal: *Kuliyat-e-Iqbal(Urdu)*. PP 291.
15. Nadvi, Abdussalam. *Iqbal-e-Kamil*. PP 339,340.